ڈاکٹر نجم الاسلام :

مہندس کی ایک غیر مطبوعہ مثنوی

لطف اللہ مہندس اور اس کی تالیفات کے موضوع سے ہمارے فضلاً کی دل چسپی تیس کی دہائی سے ہے۔ چنانچہ اولاً مہندس کا ذکر سید سلیمان ندوی مرحوم کے مقالے " تاج محل اور لال قلعہ کے معمار" میں آتا ہے جو ۱۹۳۳ء میں ادارۂ معارف اسلامیہ لاہور کے جلسے میں پڑھا گیا تھا، اور بعد میں اضافہ و نظر ثانی کے ساتھ رسالہ معارف اعظم گڑھ میں قسط وار چھپا تھا۔ اس میں خاص طور پر دیوان مہندس کو متعارف کرایا گیا تھا، جس کا قلمی نسخہ انہیں محمود بنگلوری سے مستعار ملا تھا۔ اس مقالے میں، مہندس کی تالیفات کے ذیل میں، علاوہ دیوان کے، مزید چھے کتابوں کی نشان دھی بھی کی گئی تھی، جن کے نام یہ ھیں: صور صوفی، رسالہ خواص اعداد، شرح خلاصۃ الحساب، منتخب الحساب، تذکرہ آسمان سخن، سحر حلال۔

اس آخرالذکر کتاب سحر حلال پر ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے قلم اٹھایا اور، اورینٹل کالج میگزین لاہور میں مئی ۱۹۳٦ء میں مقالہ شائع کرایا۔ اس زمانے سے لے کر آخر دم تک ڈاکٹر عبداللہ چغتائی (م ۱۹۸۴ء) کو مہندس اور احمد معمار کے موضوع سے غیر معمولی شغف رہا۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں مہندس پر مقالہ موصوف ھی کے قلم سے ہے۔ انہوں نے

دیوان مہندس کے ایک اور قدیم نسخے کی عکسی نقل ۱۹۲۰ء میں عمر یافعی حیدرآبادی کے کتاب خانے سے حاصل کرلی تھی (یہ قلمی نسخہ اب انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کے دیگر مخطوطات کے ساتھ نیشنل میوزیم کراچی کی تحویل میں ہے) اور اس کی بنیاد پر وہ سید سلیمان ندوی کے اس خیال سے متفق نہیں تھے کہ احمد معمار لاھوری معمار تاج ہے کیونکہ بقول ان کے عمر یافعی کے قلمی نسخے میں وہ شعر موجود نہیں جن کی بنا پر احمد کو معمار تاج شمار کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر چغتائی دیوان مہندس کے اس قلمی نسخے کو مرتب کر کے شایع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن اس ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔

دیوان مہندس پہلی بار ۱۹۵۰ء میں لاھور سے چھپا. اس کی بنیاد وھی قدیم قلمی نسخہ تھا جو سید سلیمان ندوی مرحوم کو محمود بنگلوری سے مستعار ملا تھا اور جو محمود بنگلوری کے خاندان میں قدیم سے چلا آتا تھا۔ محمود بنگلوری نے اپنے اس نسخے کو مرتب کر کے چند دیگر مشمولات کے ساتھ اپنی کتاب "تاج" میں شامل کیا جو گوشۂ ادب لاھور سے ۱۹۵۰ء میں شایع ھوئی۔ اس میں علاوہ مشمولہ دیوان مہندس کے، مہندس سے متعلق جو کچھ معلومات ھیں سید سلیمان ندوی ھی کو فراھم کردہ ھیں، مرتب کا اپنا اضافہ کچھ نہیں۔

اس کے بعد ۱۹۵۵ء میں رسالہ اردو ادب علی گڑھ میں ڈاکٹر نذیر احمد کا مقالہ "معمار تاج کے خانوادے کا ایک اھم رکن" (امام الدین حسین ریاضی بن لطف اللہ مہندس) شایع ھوا، جس میں ایک نئے ماخذ تذکرہ باغستان سے عمدہ معلومات پیش کی گئی تھیں۔ اس میں لطف اللہ مہندس کا ذکر بھی آتا ہے۔

۱۹۵۷ میں ڈاکٹر عبداللہ چغتائی (لاھوری) کی ایک مختصر کتاب "احمد معمار لاھوری اور اس کا خاندان" کتاب خانہ نورس لاھور کی طرف سے شائع ھوئی۔ اس میں مہندس کے بارے میں کچھ معلومات ملتی ھیں جو مختصراً یہ ھیں: مانڈو (مالوہ) کا ایک کتبہ منقول ھے جس سے واضح ھے کہ اس کا کاتب لطف اللہ مہندس خود ھے (ص ۹)۔ اس کے بعد دیوان مہندس کی مختصر کیفیت اور مہندس سے متعلق اس کے شخصی حوالے ھیں (ص ۱۰ تا ۱۳)۔ عمر یافعی کے نسخے کی بنیاد پر سید سلیمان ندوی کے اس خیال کا رد ھے کہ احمد لاھوری معمار تاج ھے (ص ۱۳)۔ اس کے بعد احمد معمار کے بیٹوں کے ذیل میں مہندس کا ذکر آتا ھے (ص ۳۲ تا ۳۴) اس بیان میں وہ یہ بھی بتاتے ھیں کہ مہندس کے ایک رسالے منتخب الحساب کا نسخہ ان کے ذاتی کتاب خانے میں بھی ھے۔

اس کتاب کی تالیف کے بعد بھی ڈاکٹر چغتائی کی مہندس سے دلچسپی اسی گھرے شغف کے ساتھ قائم رھی جو انھی کا حصہ تھا۔ انھوں نے اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں مہندس پر ایک فاضلانہ مقالہ کنٹری بیوٹ کیا، اور ۱۹۷۸ میں جیسے ھی انھیں علم ھوا کہ مہندس کی ایک غیر مطبوعہ مثنوی راقم کی دسترس میں ھے، بڑے ھی اشتیاق کے ساتھ اس مکتوب سے مشرف فرمایا:

۱۵-ایف گلبرگ لاھور

۲۸ فروری ۱۹۷۸ء

محترم معظم جناب نجم الاسلام صاحب زاد لطفہ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ سے اتفاقیہ ملاقات پر معلوم ھوا کہ آپ کے پاس چند اوراق نظم

مہندس کے ہیں جس سے بہت حیرت ہوئی - چونکہ میرے لیے یہ ایک نئی اطلاع ہے، اگر آپ ان کو photo-stat بنوا کر مجھے مرحمت کردیں تو میں ان پر ہرگز کبھی کچھ نہ لکھوں گا جب تک آپ اجازت نہ دیں گے -

چونکہ میرا یہ موضوع ہے، اس لیے میں ان کو دیکھنا چاہتا ہوں، اگر آپ پروفیسر غلام مصطفیٰ صاحب سے ملیں تو میرا سلام کہہ دیں - کرم ہوگا - امید ہے آپ بخیریت ہوں گے -

عبد اللہ چغتائی

ڈاکٹر عبداللہ چغتائی سے راقم کو پہلی بار کراچی میں ۱۹۷۵ء میں شرف نیاز حاصل ہوا تھا، جبکہ وہ بین الاقوامی سیمنار "سندھ صدیوں کے آئینے میں" منعقدہ ۱۹۷۵ء میں شرکت کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے - ہماری قیام گاہیں قریب تھیں - ایک ہفتے ساتھ رہا - دوسری بار محض اتفاقاً پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے احاطے میں ملاقات ہوگئی تھی - تیسری بار، ڈاکٹر چغتائی صاحب کا مکتوب مذکورہ بالا مل جانے کے بعد راقم نے دسمبر ۱۹۷۸ء میں ان کے مکان واقع گلبرگ لاہور میں ملاقات کی - مہندس کے بارے میں موصوف نے عمدہ طور پر گفتگو فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ مہندس پرفارسی یا تاریخ کے ڈسپلن میں کسی یونیورسٹی میں کام ہونا چاہیے -

ان تصریحات کے بعد، اب مہندس کی اس غیر مطبوعہ مثنوی بطرز کریما کا تعارف پیش کیا جاتا ہے جس کو ڈاکٹر چغتائی مرحوم نے اپنے مکتوب میں نظم مہندس کا نام دیا ہے -

(۲)

مہندس کی یہ مثنوی، راقم کو سندھی ادبی بورڈ جام شورو

کے ایک قلمی نسخے میں شامل ملی تھی جس کا عکس حاصل کرلیا گیا تھا۔ اس وقت وھی عکس پیش نظر ھے۔ مہندس کی مثنوی کے یہ اوراق ۱۲۴۴ھ کے مکتوبہ ھیں جیسا کہ آخر میں ترقیمے میں صراحت ھے۔

مثنوی کا آغاز اس بیت سے ھوتا ھے:

کریما بہ بخشا کہ بخشندۂ　　تو بخشندۂ جرم ہر بندۂ

اس کے ابیات حمد، نعت، کرم، سخاوت، تواضع، مذمت تکبر، علم، مذمت جہل، خرد مندی، عدل و انصاف، مذمت ستم، قناعت، مذمت حرص، طاعت، تقویٰ، راستی، ناپائیداریٔ دنیا اور اس سے تعلق نصائح پر مشتمل ھیں۔ کچھ شخصی حوالے بھی ھیں۔ زیادہ تر شخصی حوالے آخر کے نو ابیات میں آتے ھیں، جن کا ماحصل یہ ھے کہ یہ نسخۂ دل فریب مہندس نے عہد اورنگ زیب میں رقم کیا ھے، اس کا مسکن لاھور ھے نہ کہ ایران و توران، باپ کا نام احمد ھے جو شہیر زماں ھے اور جس نے شاھجہان کا زمانہ پایا۔ اس مثنوی کی تاریخ تصنیف لفظ "سختگی" سے نکلتی ھے، یعنی ۱۰۹۰ھ اور اگر ابیات کو شمار میں لایا جائے تو ان کی تعداد لفظ "زر" سے نکلتی ھے یعنی، ۲۰۷ (یک لفظی مادۂ تاریخ کا طریقہ مہندس کو مرغوب ھے۔ چنانچہ اپنے ایک رسالے منتخب الحساب کی تاریخ تصنیف بھی اس نے یک لفظی مادۂ تاریخ "منتخب" سے نکالی ھے)۔

ایک اھم شخصی حوالہ ابتدائی حصے کے بیت نمبر ۷ میں آتا ھے جو یہ ھے:

فزوں گشتہ عمرت ز پنجاہ سال　　مزاجت ز طفلی نہ کرد انتقال

یہ بیت حمد و نعت کے اشعار کے بعد وارد ھوتا ھے اور اس کے بعد یہ دو ابیات بھی آتے ھیں جن میں خود سے خطاب ھے:

شب و روز حرص و هوا بیش است　　دمی نیست اقبال اندیش است
نماند کسے بر زمیں جا وداں　　مباش ایمن از بازیٔ آسماں

اس کے بعد مثنوی اپنے اصل موضوع کی طرف آتی ہے اور کرم کی مدح میں ابیات شروع ہوتے ہیں۔ شخصی حوالے کے اس مذکورہ بالا بیت اول سے ظاہر ہے کہ شاعر کی عمر مثنوی کہے جانے کے وقت، یعنی ۱۰۹۰ھ میں پچاس سے اوپر ہو چکی تھی۔ اس حوالے سے مہندس کا سنہ ولادت ۱۰۳۵ھ اور ۱۰۴۰ھ کے مابین قرار پاتا ہے۔ اور اس کا پہلا تصنیفی کام صور صوفی (۱۰۵۰ھ) جو فارسی میں ترجمہ ہے، دس پندرہ برس کی درمیانی عمر کا بنتا ہے۔ سید سلیمانؒ ندوی کی صراحت کے مطابق صور صوفی کا مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ کا قلمی نسخہ خود لطف اللہ مہندس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کم عمری میں مہندس کی شانِ خط کیسی تھی۔

شخصی حوالے ایک دو مقامات پر اور بھی آتے ہیں۔ ایک مقام پر جہاں ساقی سے خطاب ہے ایک ایسا شخصی حوالہ آتا ہے جس میں اپنے حالات خراب ہونے کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے:

خرابم من آباد سازد مرا　　منم بندہ آزاد سازد مرا

یہی تاثر اُن ابیات سے بھی ابھرتا ہے جو بیت ۱۵۱ تا بیت ۱۸۶ زمانے کی گردش کے بیان میں آتے ہیں۔ مہندس کی تصنیفی زندگی ۱۰۵۰ھ سے لے کر کم سے کم ۱۰۹۲ء تک ۴۲ برسوں کو تو ضرور محیط ہے۔ اس کی آخری معلوم تصنیف "منتخب" (اسم تاریخی ۱۰۹۲ھ) ہے۔ مگر جہاں تک مہندسی اور معماری میں مہارت کا عملی ثبوت ہے، لے دے کر صرف دو عمارتوں کی حد تک ملتا ہے، ایک قلعۂ ارک دارالخلافہ شاہجہان آباد (سفینۂ خوشگو) دوسرے

قصر دارا شکوه (قطعہ تاریخ مشمولہ دیوان مہندس گو کہ اس قطعے میں بصراحت معمار قصر کی حیثیت سے مہندس کا نام نہیں آیا ہے) یہ دو عمارات بھی شاہجہاں اور دارا شکوہ کے زمانے کی ہیں۔ دارا شکوہ کے بعد مہندس اورنگ زیب کے معتوبین میں سے رہا ہے جیسا کہ سید سلیمان ندوی نے دیوان مہندس میں موجود مہندس کے کلام سے استدلال کیا ہے۔ ہماری پیش کردہ مثنوی کے ابیات ۱۵۱ تا ۱۸۶ سے بھی، جو زمانے کی گردش کے بیان میں ہیں، سید سلیمان ندوی کے استدلال کی تائید ہوتی ہے اور یہ تأثر ملتا ہے کہ مہندس اپنے دیوان کی قطعہ بند غزل کی طرح اس مثنوی میں بھی در پردہ اورنگ زیب کا شاکی ہے۔ دیوان مہندس کی وہ قطعہ بند غزل یہ ہے:

شہا گوش بر داد خواہی نداری
بحال گدایان نگاہے نداری
رقیبان بقتلم نوشتند فتویٰ
وگرنہ تو ہرگز گناہے نداری
جہان سر بسر خیر خواہِ تو باشد
ولے ہمچو من خیر خواہے نداری
نیاری صبا سوئے بلبل پیامے
مگر سوئے گلزار راہے نداری
مہندس ازاں رو نداری وقارے
کہ چوں زاہداں خانقاہے نداری

جبکہ مثنوی میں وہ کہہ رہا ہے:

(الف) چو ایزد ترا کرد فرماں روا
بدہ دادِ انصاف در ماجرا
جہاں را بہ انصاف معمور دار
دلِ اہلِ انصاف مسرور دار

ترا سروری داد ایزد خدای
که دولت به انصاف داری بپا
چو افزونیٔ ملک باشد ز داد
بده داد تا ملک گردد زیاد
چو نوشیروان معدلت پیشه کن
ز دودِ دلِ خلق اندیشه کن
ازان معدلت کام دلها بود
که از عدل آرام دلها بود
ازین به چه حاصل شود کام تو
که سلطانِ عادل شود نامِ تو
کسے کاتشِ ظلم افروخته
نه مر غیر را، خویش را سوخته
رعایت مدار از رعیت دریغ
رعیت چو زرعست سلطان چو میغ
مکن نازِ بیجا بر اهلِ نیاز
کن از شعلهٔ آهِ خلق احتراز
بزاری اگر مهر باشد محال
که ملک تو ماند مصون از زوال
ز جور و جفای تو بر کهتران
بلا بر زمین آید از آسمان
ستمگار جور و جفا میکند
ستم کش نظر بر خدا میکند
مکن بر ضعیفان مسکین ستم
که خواهی شد آخر ندیم و ندم

ستم بر ضعیفان چرا میکنی
نہ بر غیر، بر خود جفا میکنی
مکن بر ضعیفان ستم زینہار
کہ ترسم رسد قہرِ پروردگار
(بیت ۵۹ تا ۷۴)

(ب) نظر کن دریں گنبد لاجورد
کہ چوں چرخ دایم بود گرد گرد
یکے بے نوا و یکے کامگار
یکے بے نشان و یکے نامدار
یکے سرفراز و یکے پائمال
یکے نیک خواہ و یکے بدسگال
یکے رفت خنداں بسیرِ چمن
یکے ماند گریاں بہ بیت الحزن
انتخاب از بیت ۱۵۱ تا ۱۵۷)

(ج) مکن تکیہ اے شاہ بر مال و جاہ
کہ مالِ تو مار است و جاہِ تو چاہ
مکن تکیہ بر افسر و تخت خویش
کزیں ورطہ آخر کشی رخت خویش
مکن بد کہ بد را بدی ہست یار
چو جو کاشتی چشمِ گندم مدار
(انتخاب از بیت ۱۷۰ تا ۱۷۵)

(د) اپنی اِس مثنوی کی تاریخ مہندس نے لفظ "سختگی" سے نکالی ہے۔ یہ مادۂ تاریخ بھی اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ مہندس کا یہ زمانہ بھی سختیوں کا تھا۔

مثنوی میں گو کہ مہندس نے اپنے باپ احمد کا ذکر کیا ہے اور اسے شہیر زماں قرار دیا ہے لیکن معمارِ تاج کی حیثیت سے کوئی حوالہ اس مثنوی میں بھی نہیں ملتا، اور مثنوی کے دستیاب اشعار سے ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کی اس رائے کو ایک حد تک تقویت ملتی ہے کہ مہندس کا باپ احمد معمار، معمارِ تاج نہیں تھا، گوکہ مثنوی کی یہ شہادت منفی نوعیت کی ہے اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ مثنوی کے بارہ ابیات گم ہیں۔

اب ذیل میں اس مثنوی کا متن پیش کیا جاتا ہے:

ورق ۸ الف　کریما بہ بخشا کہ بخشندۂ
تو بخشندۂ جرم ہر بندۂ
غریقانِ بحرِ ہوا و ہوس
امید نجات از تو دارند بس
بیامرز جرمِ منِ شرمسار
کہ غیر از تو کس نیست آمرزگار
زبان تا بود در دہان کامیاب
ز نعتِ محمد صلعم بود فتح یاب
امام رسل سروری (سرورِ) انبیاء
کہ زو پایدار است عرش خدا
سواری چون شب (در) تکاور براند
بدان قرب جبریل در رہ بماند
فزون گشت عمرت ز پنجاہ سال
مزاجت ز طفلی نہ کرد انتقال
شب و روز حرص [و] ہوا پیشہ است
دمی نیست اقبال اندیشہ است

ورق ۸ ب　نماند کسے بر زمین جاودان
مباش ایمنہ (ایمن) از بازیٔ آسمان

دلا هرکه خوانِ کرم گسترد
ازو فیض چون دوست دشمن برد
مدان جز کرم در جهان هیچ [کار]
که اهل کرم را جهانست یار
به بخشش دل خلق مسرور کن
بجود (و) کرم ملک معمور کن
همه وقت باید کرم پیشه است
نشاید بجز جود اندیشه است
سخاوت بود پیشهٔ نیک بخت
سخاوت بود صاحبِ تاج و تخت
سخاوت بود پیشهٔ اهل دل
سخاوت بود شاهِ چین و چگل
سخاوت دهد رنجِ دل را شفاء
سخاوت بود درد دل را دوا
سخاوت جهانگیر سازد ترا
در اقلیمِ دل میر سازد ترا
همان به که دل را سخاوت دهی
که مردِ سخی برد گوی بهی
اگر آسمان است خوانِ بخیل
وگر ماه (و) مهر است نان بخیل
اگر مشتری چاکری (چاکرِ) او بود
وگر زهره خنیاگرِ او بود
اگر بسترِ اوست اوجِ فلک — ورق ۹ الف
وگر لشکر اوست فوج ملک

نباید گذر کرد کوے بخیل
نشاید نظر کرد سوے بخیل
بهشتی بود وا شقی گر سخی ست
بخیل ارچه زاهد بود دوزخی ست
دلا گر تواضع کنی خوی خویش
دلے(دل) عالمے را کشی سوے خویش
تواضع کند دوستی را فزون
تواضع کند کینه از دل بزون
تواضع کند مرد را سر بلند
تواضع بود عادت هوش مند
تواضع کن ار عقل داری و هوش
تواضع کن ار چشم داری و گوش
تواضع زیادت کند منزلت
تواضع کند شاد (و) خرم دلت
تواضع دهد راحت جان تو
تواضع دهد رفعت شان تو
تواضع بود پیشهٔ مقبلان
تواضع کسے گر کند از سرشت
بود عافیت جای او در بهشت
تواضع کند حرمت افزای تو
کند در دل خسروان جای تو
تواضع کن اے دوست گر باهشی ورق ۹ ب
کند شاخ بے میوه گردن کشی
تواضع خوش آینده هست از امیر
نباشد تواضع غریب از فقیر

کسے را کہ پیرایہ دیبا بود
تواضع ازو سخت زیبا بود
کسے را کہ باشد تواضع طراز
بر اورنگِ دولت بود سرفراز
تکبر مکن جانِ من زینہار
کہ کردی چو ابلیس ملعون و خوار
تکبر کہ فرعون بے عون کرد
غریقِ بلا شد باندوہ و درد
تکبر بود شیوۂ ناپسند
تکبر نباشد رہِ ہوش مند
تکبر کند کودن بے خبر
تکبر کند ناکس و بدگہر
تکبر ز انسان غریب تر بود
گر انسان تکبر کند خر بود
کسے کز تکبر نباشد نفور
سرِ او بود پر ز بادِ غرور
ز نادان تکبر برآرد دمار
مکن زینہار ای پسر زینہار
ز علم آدمی را کمالست بس ورق ۱۰ الف
ز علم آدمی را جمالست بس
کسے را کہ گردون کند یاوری
کند علم را قصدِ گرداوری
خرد مند جویای علم است بس

دلش را تمنای علم است بس
بکن رتبهٔ علم را زین قیاس
که بی علم نتوان شدن حق شناس
طلب کردنِ علم را فرض بین
اگر بایدت رفت اقصای چین
ترا سعی در علم کردن بجا ست
کز و کار دنیا و دین گشته راست
میاموز جز علم گر هست هوش
برون پنبهٔ غفلت آور ز گوش
برو دامنِ علم آور بدست
که بی علم نتواند از جهل رَست
ز جاهل حذرکن چو طوطی ز زاغ
مشو همدمش چون . . . . باغ
ز جاهل حذر کن که بهبودِ (بهبود) تست
ز جاهل حذر گر کنی سودِ تست
ز عیسیٰ شنو کان غفور خدا
همیگفت جاهل ندارد دوا
مکن رو بجهال عزت مده
سرِ جاهلان زیرِ پای تو به
۱۰ ب چو جاهل بود یار تو یار نیست
چو جاهل کم از عقرب و مار نیست
بود همنشینِ تو ماران سیاه
ازان به که جاهل شود سنگ راه
خردمند گو دشمنِ جان شود

چو ایزد ترا برد فرمان روا
بده دادِ انصاف در ماجرا
جهان را به انصاف معمور دار
دلِ اهلِ انصاف مسرور دار
ترا سروری داد ایزد خدا
که دولت به انصاف داری بپا
چو افزونیٔ ملک باشد ز داد
بده داد تا ملک گردد زیاد
چو نوشیروان معدلت پیشه کن
ز دودِ دلِ خلق اندیشه کن
ازان معدلت کامِ دلها بود
که از عدل آرام دلها بود
از این به چه حاصل شود کامِ تو
که سلطان عادل شود نامِ تو
کسے کاتشِ ظلم افروخته
نه مر غیر را ، خویش را سوخته
رعایت مدار از رعیت دریغ
رعیت چو زرعست سلطان چو میغ
مکن ناز بیجا بر اهلِ نیاز
کن از شعلهٔ آهِ خلق احتراز
بزاری اگر مهر باشد محال
که ملک تو ماند مصون از زوال

ز جور و جفای تو بر کهتران
بلا بر زمین آید از آسمان
ستمگار جور و وفا میکند
ستم‌کش نظر بر خدا میکند
مکن بر ضعیفانِ مسکین ستم
که خواهی شد آخر ندیم و ندم
ستم بر ضعیفان چرا میکنی
نه بر غیر، بر خود جفا میکنی
مکن بر ضعیفان ستم زینهار
که ترسم رسد قهرِ پروردگار
دلا گر قناعت کنی اختیار
در اقلیمِ عزت شدی شهریار
قناعت به تحقیق گنجے بود
که در وے نه دزدے نه رنجے بود
مکش بار گنجِ قناعت بدر
اگر داری از نیک بختی اثر
اگر تنگ دستی مشو تنگ‌دل
که در چشمِ مردے نگردی خجل
مخور غم گر ای خواجه زر کمتر است
چو زر کمترت درد سر کمتر است
ز زر گرچه حاصل شود کامها
ولے بے زری داده آرامها
کسے را که از فقر می بود عار
نبوده نبی‌ص را ز فقر افتخار

برار ای گرفتارِ زندانِ حرص
که گردیده گوی (و) چوگان حرص
هر آن کس که در حرصِ مال اوفتاد
بدریای رنج و ملال اوفتاد
مکش محنت از بهرِ مال و منال
که مال و منالت شود پایمال
گرفتم بود ربع مسکون ترا
ز قارون شود مال افزون ترا
روی عاقبت در زمین خوار [و] زار
تنِ تو شود طعمهٔ مور [و] مار
تونی قلب در دستِ ناقد خجل
که نقش قدم کردهٔ نقشِ دل
مکن وقت ضائع به تحصیلِ زر
گهر را فرو شد به خرمهره خر
چنین شب شمارِ زرِ نابکار
که ایمان نداری بروزِ شمار
چنان گشتهٔ عاشق روی زر
که جستجو پای داری ز سر
اگر خاکساری، نه آتش نهاد
مده آبِ دین بهرِ دنیا بباد
بجز میلِ طاعت خسارت بود
و از میلِ طاعت تجارت بود

چو در پیشِ چشم است روزِ حساب
پس از طاعتِ ایزدی سر متاب
سراجِ تو سینِ سعادت بود
علاجِ تو عینِ عبادت بود
۱۱ ب کمالِ سعادت عبادت درست
عبادت شجر کش سعادت بر است
شنو از خداوند این پند را
پرستش مکن جز خداوند را
خدا آفریدست این جانِ پاک
بجان پس بنه پیشِ او سر بخاک
ز آبِ وضو حاصل است آبرو
دهد آب برباد از ترکِ او
نماز از سرِ صدق کردن ادا
بود بهرِ پاداش روزِ جزا
گر امروز مسجد بود جای تو
یقین خلد فرداست ماوای تو
گر امروز پیچی سر از بندگی
یقین دان که فرداست شرمندگی
ز تقوی بر افروز روی ضمیر
که راهِ (راهِ) تو چون راه گردد منیر
کشاید لوای تو لطفِ لطیف
فزاید شفای تو شرعِ شریف
ایا گشته دربندِ عصیان اسیر
ندانی چه دارد مصیر این مصیر

اگر رو بعصیان کنند رای تو
شود اسفل السافلین جای تو
قدم هرکه در راهِ عصیان نهاد
به تحقیق دربندِ شیطان فتاد
ز عصیان بپرهیز گر عاقلی
که عاجز شدن باشد از غافلی
مشو تابعِ امرِ نفسِ لئیم ورق ۱۲ الف
که کردی گرفتارِ نارِ جحیم
کسی راه از نیک بختی نشان
که پرهیزد از اهلِ بد جاودان
بود فعلِ بد صرصرِ کم نهاد
دهد خرمنِ نیک نای بباد
اگر دور باشی ز اخوانِ زشت
بود عاقبت جای تو در بهشت
بده ساقیا آتشِ آب گون
که زو مست باشم چو مستان کنون
می لعل در ساغرِ زر فشان
بود روح پرور چو لعلِ بتان
شرابی که گرم است چون خوی یار
شرابی که صاف است چون روی یار
خرابم من آباد سازد مرا
منهم بنده آزاد سازد مرا
خوش آن لذتِ ذوقِ صاحب لان
خوش آن شعلۀ شوقِ صاحب لان

خوش آن می پرستی ز اصحابِ عشق
خوش آن ترکِ هستی ز اربابِ عشق
خوش آن دل که او جامِ مے نوش کرد
خوش آن دل که او صوتِ نے گوش کرد
دلا در وفا باش با استوار
اگر سر رود گو رود غم ندار
ز کوی وفا روی گردان مباش
ز زن کم مشو ننگِ مردان مباش
عنان گر نه پیچی ز راهِ وفا
کنی در دلِ خویش و بیگانه جا
۱۲ ب چو دورِ فلک بے وفائی مکن
اگر مهر داری جدائی مکن
بکن پر ز جوی وفا جامِ خویش
منه جز بکوی وفا گامِ خویش
نکو روی نه زشت روی مکن
بیارانِ یکدل که روی مکن
دلا گر توئی عارفِ حق شناس
شب و روز وردِ تو باید سپاس
مزن دم بجز شکرِ پرور دگار
که بر تست احسانِ حق صد هزار
اگر شکرِ حق راکنی وردِ خویش
رسد مال نعمت ز اندازِ بیش
بدستِ تو رزها در آید ز شکر
بروی تو درها کشاید ز شکر

فزون گردد از شکر اقبالِ تو
فزون گیرد از شکر اجلالِ تو
کجا شکرِ حق را اقامت کنی
اگر شکرِ حق تا قیامت کنی
ولی شکرِ (حق) باشد آرام بخش
زبان را بود شکرِ حق کام بخش
لب از شکرِ حق بهره ور بهتر است
که شکر خدا از شکّر بهتر است
صبوری بود گر انیس دلت
ز لطفِ حق آسان شود مشکلت
صبوری زند آتشِ کام دل
بریزد می کام در جامِ دل
صبوری بتحقیق اولیا بود
بدان شرط گر غیر مولیٰ بود
صبوری بود پیشهٔ ارجمند
صبوری بود پیشهٔ دل پسند
صبوری ترا بخشد آرام جان
صبوری دهد عاقبت کامِ جان
صبوری ضروریست در مدعا
صبوریست مفتاحِ هر مدعا
که تعجیل از امرِ شیطان بود
تأنّی ز عرفانِ رحمان بود
دلا راستی هر که کرد اختیار
شد آن راستی عاقبت آشکار

گر از راستی دم زنی بے گمان ورق ۱۳ الف
ترا باشد از کج نهادان امان
بجز راستی گر زنی دم خطاست
که از راستی می شود کار راست
گر از راستی ناتوانی مپیچ
که جز راستی کار هیچ است هیچ
کند راستی هوشمند اختیار
به از راستی در جهان نیست کار
مگو زینهار ای برادر دروغ
که این شمع هرگز نداری فروغ
کسے را که از راستی نیست بهر
به ناراستی نیست مشهور شهر
کسے را که ناراستی شد شعار
بود در نظر خوار و بے اعتبار
ز ناراستی عار دارد جهان
که ناراست را خوار دارد جهان
ز ناراستی می شود نام بد
که در راست دارد سرانجام بد
برویت در غم کند کذب باز
پس از کذب واجب [شود] احتراز
نظر کن درین گنبد لاجورد
که چون چرخ دایم بود گرد گرد
شده سقفِ او بے ستون استوار
فروزان درین شمع چندین هزار

یکی بی نوا و یکی کامگار
یکی بی نشان [و] یکی نامدار
یکی سرفراز و یکی پایمال
یکی نیک خواه و یکی بد سگال
یکی بادشه پای او بر سریر
یکی پاسبان جای او بر حصیر
یکی هست در عیش و عشرت مقیم
یکی هست با رنج و محنت ندیم
یکی رفت خندان بسیرِ چمن
یکی ماند گریان به بیت الحزن
یکی چهره چون شمع افروخته
یکی همچو پروانه شد سوخته
یکی طالبِ گنج حرص و هوا
یکی راغبِ گنج فقر و فنا
یکی شام انداخت دست دعا
یکی صبح برداشت دست دعا
یکی شام تا صبح مصحف بدست
یکی صبح تا شام شاهد پرست
یکی بر درِ شرع خواهد مقر
یکی در رهِ کفر جوید گذر
یکی را چو گل عارضِ دل فریب
یکی را چو بلبل دلِ بی شکیب
یکی را بمسجد رکوع و قیام
یکی را بمیخانه شربِ مدام

یکی تارِ دین و دیانت تنند
یکی مشقِ خبث و خیانت کنند
یکی با دُر و لعل دارد طرب
یکی بی زر و مال دارد طرب
یکی با زر و سیم دارد غنا
یکی بی زر و سیم دارد غنا
چو مردان بکن ترک دنیای دون
مکن چون زنان نفس خود را زبون
ازین پس مکن تکیه بر زندگی
غنیمت شمر فرصتِ زندگی
مکن تکیه ای شاه بر مال و جاه
که مالِ تو مار است و جاهِ تو چاه
مکن تکیه بر افسر و تختِ خویش
کزین ورطه آخر کشی رختِ خویش
مکن تکیه بر لشکری (لشکرِ) بیکران
که لشکر نیابد ظفر جاودان
مکن تکیه بر زورِ بازوی خویش
کزین ورطه آخر کشی رخت خویش (کذا)
مکن شادمانی بگنج و درم
که هر چند افزون ز افزون الم
مکن بد که بد را بدی هست یار
چو جو کاشتی چشم گندم مدار
بسانِ بادشاهانِ والا گهر
بسان میرزایانِ زرین کمر

بسان پهلوانان لشکر شکن
بسان تند گردان روئین بدن
بسان راز دانان لقمان نظر
بسان خورده بینان اضعف ضمیر
بسان سرو قدان نوخاسته
بسان گل عذاران آراسته
بسان خوبرویان عذرا مثال
بسان نوعروسان شیرین مقال
که پیراهن عمر شان چاک شد
گریبان سرهای شان خاک شد
چنان شد بباد فنا خاک شان
کز ایشان نمانده است نام و نشان
منه دل برین کهنه دیر و درنگ
که آغاز صلح انجام جنگ
منه دل برین بزم گاه دو در
چو از یک در آئی برآ از دگر
منه دل برین منزل دل نشین
که بر خیزی آخر ملول و حزین
منه دل برین جای آراسته
که چون تو بنشته برخاسته
مهندس که در عهد اورنگ‌زیب
رقم زد چنین نسخهٔ دل فریب
در آفاق نامی که سه مرتضیٰ است
ز لطف سخن بے سخن آگه است

بمسکن ز لاهور داده مقر
به ایران و توران نه کرده گذر
پدر بودش احمد شهیر زمان
به دیوانیٔ عصر شاه جهان ۱۹۰
شنو از مهندس تو اینک سخن
بپوی گر از داستان کهن
بصورت سخن مختصر گفتہ است
بمعنی هزاران گهر سفتہ است
سخن گفتہ در غایتِ (غایتِ) پختگی
ازان گشتہ تاریخِ آن "سختگی"
(۱۰۹۰ھ)
نہ گوهر زر از این سخن کمتر است
کہ ابیاتِ آن گر شماری "زر" است
(۲۰۷)
ترا این قدر بس ہے فتحباب
کہ این یک رسالہ بہ از صد کتاب

ترقیمہ: "تحریر بتاریخ ۹ ماہ... الثانی (جمادی الثانی) سنہ ۱۲۷۴ھ صورت تسطیر یافت۔"

پس نوشت:

۱۔ پاکستان ٹائمز لاہور کی ۳ دسمبر ۱۹۷۸ کی اشاعت میں ایک خبر چھپی تھی جس میں مہندس کی مزید تین تالیفات: فارسی ترجمہ قصیدہٗ بردہ، رسالہ قرأت، اور رسالہ سیرت نبوی منظوم کے

چغتائی میوزیم ٹرسٹ لاہور میں محفوظ ہونے کی اطلاع دی گئی تھی۔ ان میں قصیدۂ بردہ کے منظوم فارسی ترجمے کے دو مطبوعہ نسخوں کے عکس دسمبر ۱۹۷۸ میں راقم کو ڈاکٹر چغتائی کے کتاب خانے میں اور تیسرا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں دیکھنے کا موقع ملا۔ قصیدۂ بردہ کا یہ منظوم ترجمہ "مجموعۂ قصائد" کے تین مختلف ایڈیشنوں میں شامل ہوکر چھپا ہے جن کی تفصیل یہ ہے کہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود مجموعہ قصائد کا نسخہ مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۲۹۳ھ کا شائع کردہ ہے، جب کہ دوسرے دو ایڈیشن مطبع محمدی لاہور اور مطبع کاشی رام کے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجموعۂ قصائد گذشتہ صدی سے مقبول چلا آتا تھا۔ اس کے مشمولات میں اسمائے حسنیٰ، قصیدۂ بردہ عربی مع اسناد با ترجمہ منظوم فارسی، قصیدہ بانت سعاد مع ترجمہ فارسی، قصیدۂ غوثیہ مع ترجمۂ فارسی، دعائے سریانی، قصیدۂ حضرت اویس قرنی اور دعائے مغنی ہیں۔

۲۔ اقتباس از دیباچۂ اسنادِ قصیدۂ بردہ: "مخفی نماند کہ اسناد این قصیدہ بعبارت عربی بود فقیر حقیر ضعیف نحیف لطف اللہ متخلص بہ مہندس ابن استاد احمد لاہوری بعبارت فارسی ترجمہ نمود در ماہ ربیع الاول سنہ یک ہزار و ہفتاد و نہ (۱۰۷۹ھ) از ہجرت خاتم الانبیاء و المرسلین صلی اللہ علیہ و علی آلہ اصحابہ اجمعین ..." (مجموعۂ قصائد مطبوعہ نول کشور لکھنؤ، ۱۲۹۳: ص ۳)

۳۔ اقتباس از ترجمۂ اسناد قصیدۂ بردہ: "رحمت کاملہ نازل فرماید خدا بر رسولی کہ مخلوق ست بر امتہا کہ نام پاکش محمد صلی اللہ علیہ وسلم ست سردار عرب و عجم و بر آنکس کہ مدح

نمود آنحضرت را درمیان خلق مدحیکہ درج شدہ است درین کلمات عرب۔" (ایضاً: ص ۱۰)۔

۴۔ اقتباس از ترجمۂ فارسی منظوم آغاز قصیدۂ بردہ:

ای ز یاد صحبت یاران اندر ذی سلم
اشک چشم آمیختی با خون روان گشتہ بہم
یا ز طرف کاظمہ بادی وزید از کوی دوست
یا مگر در نیم شب برقے درخشید از اضم
چیست چشمت گویمش گریان مشو گریان شود
چیست دل گویم بہش شو شیفتہ گردد ز غم
ای کہ پنداری کہ عشق عاشقان پنہان شود
درمیان آتش دل سوز و چشم پر ز نم
گر نبودے عشق اشکت بر طلل کے ریختی
کہ بدے بیخواب چشمت از غم بان و علم
(ایضاً: ص ۱۰، ۱۱)

۵۔ کچھ دیوان مہندس (مشمولہ "تاج" مرتبہ محمود بنگلوری) کے حوالے سے: محمود بنگلوری اپنے نسخے کے بارے میں "تاج" میں اپنے مقدمے میں خیال ظاہر کرتے ہیں کہ "قرائن سے پتا چلتا ہے کہ کتاب خود مہندس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، اس لیے کہ (i) نسخے کے اخیر میں بجائے "نقل شد" کے، "بوقت شب تحریر یافت" لکھا ہوا ہے (ii) قصیدوں، مثنویوں اور قطعات کے عنوانات لکھے جانے سے رہ گئے ہیں گو انکے لیے جگہ چھوڑی گئی ہے (iii) دو چار جگہ مصرعوں پر یا بعض الفاظ پر خط تنسیخ کھینچا ہوا ہے گو وہ مطلب و تقطیع کے لحاظ سے ٹھیک ہیں ... (iv) نسخے کا سنہ تحریر ۴ سنہ جلوس عالمگیری ہے"۔ (ص ۲۶، ۲۷)۔ اس سلسلے

میں کسی بہتر نتیجے پر پہنچنے کے لیے، راقم کی رائے میں مکتوبہ دیوان مہندس کی شانِ خط کو مہندس کے خط کے دوسرے نمونوں سے ملا کر دیکھنا چاہیے۔ محمود بنگلوری نے اپنے آخری نکتے (۴ جلوس عالمگیری) پر بہت اصرار کیا ہے جب کہ سلیمان ندوی کے نزدیک یہ سنہ ۴۷ جلوس عالم گیری پڑھنے میں آتا ہے۔ مہندس کی مثنوی میں مہندس کی ولادت کے سنہ کی طرف اشارہ مل جانے کے بعد، مہندس کی عمر ۴ جلوس عالمگیری میں ۳۱ سے اوپر، اور ۴۷ جلوس عالمگیری میں ۴۷ سے اوپر قرار پاتی ہے۔ دیوان مہندس کی ایک غزل میں شخصی حوالے کے بطور پیری کا مضمون آتا ہے (مہندس پیر شد خلوت نشین گشت۔ مبارک سیرِ گلشن ہر جوانان) جو ۳۱ برس سے اوپر کی عمر والے سنہ ۴ جلوس عالمگیری سے متصادم ہے۔

۶- دارا شکوہ کا آفتاب اقبال ۱۰۶۷ھ میں غروب ہوا۔ اس وقت مہندس کی عمر ۲۷ سے اوپر ہوگی۔ وہ دارا شکوہ کے دورِ اقبال میں اس کے توسط سے شاہجہاں سے کسی خدمت پر فائز ہونے کا طالب تھا:

لطفِ شہزادۂ بلند اقبال   گر شود بندہ را معاونِ حال
خدمتے بندہ را بفرماید   کہ ازو علمِ رفتہ باز آید
(م ۱۰۶۰ھ)

اور دارا شکوہ سے قرب رکھتا تھا۔ دارا شکوہ نے میر رضی دانش مشہدی کی ایک غزل کی تحسین کی تھی اور اس کے اِس شعر پر ایک لاکھ کا انعام دیا تھا:

تاک را سیراب کن اے ابرنیسان بہار
قطرہ تا مے میتواند شد چرا گوہر شود

مہندس کے دیوان میں میر رضی دانش کی اس زمین میں مہندس کی دو غزلیں ملتی ہیں جن سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ میر رضی دانش کے ساتھ ہمطرح رہا ہے۔